

## 104781-ور بھکاریوں میں سے کسے دینا چاہیے اور کے نہیں دینا چاہیے؟

سوال

معاشرے میں بھکاریوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ چکی ہے، بالخصوص بچوں کو اس کام کے لیے بہت زیادہ استعمال کیا جانے لگا ہے، کچھ تو آپ سے پیسے انشٹھنے کے لیے جیلی بھی کرنے لگے ہیں، مثلاً: کچھ نابینا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ ان کی آنکھیں بالکل صحیح سلامت ہوتی ہیں، تو ان کے ساتھ کیسا روایہ اپنا یا جائے؟ کیا انہیں پیسے دے دئے جائیں؟ یا کیا کریں؟ واضح رہے کہ مجھے نہیں معلوم ہوتا کہ وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں یا نہیں؟ نہ ہی میں ان کی مادی حالت کے بارے میں تحقیق کر سکتا ہوں کہ واقعی وہ پیسوں کے محتاج ہیں یا نہیں یا محض پیسے جمع کرنے کے لیے مختلف جیلی استعمال کر رہے ہیں، اور اگر کسی جیلی بازکی میں مدد کر بیٹھوں اور مجھے پتہ بھی نہ چلے تو کیا مجھے اس کا گناہ ملے گا؟

پسندیدہ جواب

کسی غیر ضرورت مند کے لیے لوگوں سے پیسے مانکنا جائز نہیں، اسی طرح روزی کمانے کے قابل شخص کے لیے بھی لوگوں سے مانکنا جائز نہیں ہے۔ البتہ کچھ قسم کے لوگ ہیں جن کے لیے لوگوں سے مانکنا جائز ہے اور وہ یہ ہیں: غریب شخص جو مظلہ ہے، وہ شخص جس پر قرض ہے، اور وہ شخص جس کا مال آفت زدہ ہو گیا اور اس کی تمام دولت تباہ ہو گئی ہے تو ان صورتوں میں بھی ضرورت سے زیادہ مانکنا جائز نہیں ہے، ان کے لیے بھی اس شرط پر مانکنا جائز ہو گا کہ اس کے پاس اشاعت اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے کافی نہ ہو اور وہ اپنی روزی کمانے کے قابل نہ ہو۔

دائی فتویٰ کمیٹی کے علماء کرتے ہیں:

"ایسا شخص لوگوں سے مانگ سکتا ہے جس کے پاس اپنی ضرورت پوری کرنے کا کوئی ذریعہ نہ ہو، نہ ہی وہ خود کمانے کی صلاحیت رکھتا ہو، ایسے شخص کو صرف اتنی مقدار میں لوگوں سے مانکنا چاہیے جس سے اس کی ضرورت پوری ہو جائے، لیکن جس شخص کو ضرورت ہی نہ ہو یا کوئی ایسا شخص جو خود تو ضرورت مند ہے لیکن محنت مزدوری کر سکتا ہے تو اس کے لیے لوگوں سے مانکنا جائز نہیں ہے۔ ایسی صورت میں یہ شخص لوگوں سے مانگ کر جو کچھ بھی حاصل کرے گا یہ اس کے لیے حرام ہے؛ کیونکہ سیدنا قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ کہتے ہیں کہ: میں نے اپنے ذمہ کسی کی چٹی اٹھا لی، تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسی چٹی کو چکانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنے کے لیے آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ہمارے پاس ٹھہر و حتیٰ کہ صدقات کمال آئے تو پھر ہم آپ کو اس میں سے دینے کا حکم دیں گے)۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قبیصہ! کسی سے مانکنا صرف تین لوگوں کے لیے جائز ہے: ایک ایسے شخص کے لیے جو کسی کے قرض کی چٹی اپنے ذمے لے تو یہ شخص اس چٹی کے برابر مانگ سکتا ہے مزید مت مانگے۔ اور ایک شخص جس پر کوئی آفت آئی اور اس کا سارا مال تباہ کر گئی تو اس شخص کے لیے بھی مانکنا جائز ہے یہاں تک کہ وہ اپنی زندگی گزارنے کے قابل ہو جائے۔ اور ایک شخص جو فاقہ کشی تک پہنچ جائے، اور تین عقل مند لوگ اس کے بارے میں بتائیں کہ اسے واقعی فاقہ کشی کا سامنا ہے تو اس کے لیے بھی گزر بستک مانکنا جائز ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی مانگنے کا انداز ہواے قبیصہ اور حرام ہے، اسے کھانے والا حرام ہی کھاتا ہے۔) مسند احمد، مسلم، نسائی اور ابو داؤد نے اسے روایت کیا ہے۔"

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ: (جو شخص لوگوں سے مال، دولت جمع کرنے کے لے مانگتا ہے تو وہ ان سے آگ کے دہنکتے ہوئے انگارے مانگتا ہے۔)

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ: (صدق خیرات کسی مالدار کے لیے اور صحت مند جسم والے کے لیے جائز نہیں ہے۔) اسے ترمذی، ابو داؤد، اور مسند احمد نے روایت کیا ہے۔

ایسی صورت میں بھکاری لوگوں کو عظوٰ نصیحت کرنا واجب ہے، علماء کے کرام کو بھی چاہیے کہ یہ بات لوگوں کو بتائیں، خطبات جمعہ اور دیگر بیانات میں انہیں نصیحت کریں، اور میڈیا کا استعمال کرتے ہوئے لوگوں میں آگئی پھیلائیں۔

البته سائلین کو ڈانٹ پلانا اور انہیں سرزنش کرنا منع ہے، اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا: **(وَأَنْهَا إِلَيْكُمْ فَلَا تُنْهِنُ).** ترجمہ: اور سائل کو تو مت ڈانٹ۔ [الضیغی: 10] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ سائل کو بند آواز سے مت ڈانٹیں، اسے برا جھامت کیں۔ آیت میں مذکور سائل سے مراد ہے ماننے والے بھکاری بھی ہیں اور شرعاً احکامات کے متعلق دریافت کرنے والے لوگ بھی شامل ہیں۔ البته اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ کوئی سوال کرتے ہوئے غلطی کرے تو اسے اس کی غلطی پر بھی اسے متنبہ نہ کریں، بلکہ حکمت اور اچھے سلیقے اور طریقے کے ساتھ اسے سمجھائیں۔

اشعیٰ عبد العزیز بن باز، اشعیٰ عبد اللہ بن غدیان، اشعیٰ صالح الفوزان، اشعیٰ عبد العزیز آل اشیع، اشعیٰ بخارابو زید۔  
فتاویٰ دانسی کمیٹی: (377/24)

اشیع عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا:  
بھکاری پن کا دین میں کیا حکم ہے؟

تو آپ رحمہ اللہ نے جواب دیتے ہوئے سیدنا قبیصہ بن مخارق الملائی رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی، اور پھر فرمایا:  
”اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماننے کی جائز صورتیں ذکر فرمائی ہیں، اور یہ بھی بتلایا ہے کہ اس کے علاوہ اگر کوئی ماننے ہے تو وہ اس کے لیے حرام ہے، چنانچہ اگر کسی کے پاس اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے اپنی ملازمت کی تجوہ ہو، یا تجارت اور کاروبار ہو، یا وقت انماج ہو، یا پر اپرٹی ہو، یا صنعت و حرفت ہو مثلاً: بڑھی، لوہار، زراعت یا اس کے علاوہ کوئی بھی پیشہ جانتا ہو تو اس کے لیے ماننے حرام ہے۔

لیکن اگر کسی کی مجبوری ہو تو پھر اپنی ضرورت کی حد تک مانگ سکتا ہے، اسی طرح اگر کوئی دو افراد کے درمیان لڑائی ختم کروانے کے لیے جو کسی اپنے ذمے اٹھا لے، یا کسی کے گھر والوں اور بچوں کے اخراجات کے لیے مانگے تو پھر اس کے لیے بھی کسی سے ماننے جائز ہے۔ ”ختم شد

مجموع فتاویٰ ابن باز: (320/14)

دو:

سرکوں اور مساجد وغیرہ میں نظر آنے والے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے والے سائلین سارے کے سارے حقیقی طور پر ضرورت مند نہیں ہوتے، بلکہ ان میں سے بہت سے لوگ بہت ہی مالدار بھی ہوتے ہیں، اور یہ بات مفطر عام پر آکر ثابت بھی ہو چکی ہے کہ کچھ لوگ بچوں کو بھیک ماننے کے لیے بھیک ہو چکے ہیں اور پھر یہ بچے لوگوں سے بھیک ماننے ہیں، لیکن اس کا مطلب ہرگز نہیں ہے کہ کوئی حقیقی سوالی نہیں ہوتا، اس لیے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو شخص بھی ان لوگوں کی مدد کرنا چاہتا ہے وہ محظا طریقے اور اسے پر کئے کہ واقعی وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے، لیکن سب سے بہتر طریقہ کاریہ ہو گا کہ انہیں زکاۃ و صدقات کی کمیٹیوں کے سپرد کر دیا جائے، تاکہ وہ خود ان کی حقیقت کے متعلق چھان بین کر سکیں، اور ان کی مالی امداد کے بعد ان کی مسلسل دیکھ بھال کر سکیں۔

توجہ کے بارے میں آپ کو علم ہو کہ وہ ضرورت مند نہیں ہے، یا آپ کو اس کا غالب گمان ہو تو آپ اسے نہ دیں۔ اور اگر آپ کو یقین ہو جائے کہ وہ ضرورت مند ہے، یا آپ کا غالب گمان یہ کہتا ہے کہ اسے ضرورت ہے تو پھر آپ چاہیں تو اسے دے سکتے ہیں۔ اور اگر کسی کے بارے میں کوئی ربحان پیدا نہیں ہو رہا کہ وہ ضرورت مند ہے یا نہیں، تو ایسے شخص کو آپ چاہیں تو دے دیں، اور چاہیں تو نہ دیں۔

اور اگر کوئی شخص کسی کو یہ سمجھتے ہوئے کچھ دے دیتا ہے کہ وہ تنفس محتاج ہے، تو دینے والے کو صدقہ کرنے کا اجر مل جائے گا، حتیٰ کہ ایسی صورت میں بھی اجر مل جائے گا جب بعد میں پتہ چلے کہ وہ شخص تو لینے کا حقدار ہی نہیں تھا، حتیٰ کہ اگر دیا ہوا پیسہ یا مال وغیرہ زکاۃ کا بھی ہو تو تب بھی اس کی زکاۃ ادا ہو جائے گی اس پر یہ لازم نہیں ہو گا کہ وہ زکاۃ دوبارہ ادا کرے۔

اس کی دلیل سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ایک شخص نے کہا کہ میں آج رات ضرور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور (ناؤفہ سے) ایک چور کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح ہوتی تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ آج رات کسی نے چور کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ (آج رات) میں پھر ضرور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ دوبارہ صدقہ لے کر نکلا اور اس مرتبہ ایک فاحش کے ہاتھ میں دے آیا۔ جب صبح ہوتی تو پھر لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج رات کسی نے فاحشہ عورت کو صدقہ دے دیا ہے۔ اس شخص نے پھر کہا اے اللہ! زانی کو اپنا صدقہ دے آنے پر بھی تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں! اچھا آج رات پھر ضرور صدقہ نکالوں گا۔ چنانچہ وہ اپنا صدقہ لیے پھر نکلا اور اس مرتبہ ایک مالدار کو تھادیا۔ صبح ہوتی تو لوگوں کی زبان پر تھا کہ ایک مالدار کو کسی نے صدقہ دے دیا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! حمد تیرے ہی لیے ہے۔ (میں اپنا صدقہ (الاعلیٰ سے) چور، فاحشہ اور مالدار کو دے آیا۔ تو اسے خواب میں بتلایا گیا کہ جہاں تک چور کے ہاتھ میں صدقہ چلے جانے کا معاملہ ہے۔ تو اس میں اس کا امکان ہے کہ وہ چوری سے رک جائے۔ اسی طرح فاحشہ کو صدقے کا مال مل جانے پر امکان ہے کہ وہ زنا سے رک جائے اور مالدار کے ہاتھ میں پڑ جانے کا یہ فائدہ ہے کہ اسے عبرت ہو اور پھر جو اللہ عز وجل نے اسے دیا ہے، وہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔) اس حدیث کو امام بخاری : (1355) اور مسلم : (1022) نے روایت کیا ہے۔

**اشیع ابن شمین رحمہ اللہ کہتے ہیں :**

"جب کسی انسان کو غالب گمان ہو کہ جس شخص کو اس نے زکاۃ دی ہے وہ زکاۃ کا مستحق ہے، تو دینے والے کی طرف سے زکاۃ ادا ہو جائے گی۔ چاہے لینے والا شخص بھکاری ہو یا اس کی ظاہری شکل و صورت غریب افراد میں ہو۔ تو دینے والے کی زکاۃ ادا ہو جائے گی، چاہے بعد میں دینے والے کو پتہ چلے کہ لینے والا تو زکاۃ لینے کا حقدار ہی نہیں تھا۔ تو دینے والے کو دوبارہ زکاۃ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی لیے حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ: جب کسی شخص نے کسی مالدار شخص کو صدقہ دے دیا تو لوگ با تین کرنے لگے کہ آج کی رات کسی مالدار کو کسی نے صدقہ دے دیا ہے۔ تو اس صدقہ دینے والے کو کہا گیا جو کہ مالدار کو صدقہ دینے کی وجہ سے پشمیان ہو رہا تھا: تمہارا صدقہ قبول کریا گیا ہے۔ اور ویسے بھی اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی استطاعت سے بڑھ کر ملکفت نہیں بناتا۔ اس لیے ہم پر یہ لازم نہیں ہے کہ پہلے ہم کسی ایسے شخص کو تلاش کریں جو ہمیں یقینی طور پر صدقے کا حقدار نظر آئے اور پھر اسے صدقہ دیں۔ یہ تو ناممکن یا بست مشکل ہو جائے گا، چنانچہ جب کسی کو غالب گمان کے مطابق لگے کہ یہ شخص زکاۃ کا حقدار ہے تو اسے اپنی زکاۃ دے دیں۔ چنانچہ اگر بعد میں بھی جا کر یہ واضح ہو جائے کہ فلاں شخص جسے زکاۃ دی تھی وہ تو زکاۃ کا اس وقت حقدار ہی نہیں تھا، تو الحمد للہ پھر بھی آپ کی زکاۃ مقبول ہو گی۔ "ختم شد  
اللقاء الشهري" (71) / سوال نمبر: (9)

اس بارے میں مزید کے لیے آپ سوال نمبر: (46241) کا جواب ملاحظہ کریں۔

واللہ اعلم